# اسلامی تحریک کا داخلی استحکام اور تقاضے

محمد جعفر

تحریکوں اور تنظیموں پر جب ایک طویل مدت گزر جاتی ہے تو اُن کے اصل مقصد کے ساتھ دوسرے مقاصد بھی شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تو صرف ڈھانچا رہ جاتا ہے، روح غائب ہوجاتی ہے۔ دستور میں درج شدہ نصب العین اور طریقۂ کار سے یا تو رشتہ کٹ جاتا ہے یا پھر کمزور ہوجاتا ہے۔ اگر یہ سانحہ فرد کے ساتھ ہوتو فرد ناکام ہوتا ہے اور اگر یہ حادثہ تحریک کے ساتھ ہوتو تحریک ناکام ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً ہم جائزہ لیتے رہیں کہ جس تحریک سے ہم جڑے ہوئے ہیں، اس کے نصب العین سے ہمارا رشتہ کتنا اور کیسا ہے؟ یہی جائزہ اور احتساب ہمیں اور ہماری تحریک کو صحیح خطوط پر گامزن رکھ سکتا ہے۔

تحریک کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ اس کا ایک واضح نصب العین ہو، اور قائدین اور وابستگان کو اس کا صحیح شعور ہو۔ اسلامی تحریک میں لفظ 'اسلامی' اس تحریک کے نظریے (Ideology)، اس کے رُخ اور تحریک کے ہر پہلو (dimension) کی نشان دہی اور رہنمائی کرتا ہے۔ یہ تحریک اللہ کے بندوں کو ان کے رب سے جوڑتی ہے، اُسی کی رضاجوئی اور خوشنودی کے لیے جینے اور مرنے کا سبق سکھاتی ہے، اور اپنے جیسے انسانوں سے رشتے اور تعلق کا پیمانہ اور اصول بتاتی ہے۔ ایک ایسے معاشرے کو وجود میں لاتی ہے، جس میں افراد صرف اپنی ہی فکر نہیں کرتے بلکہ موجود اور آنے والی نسلوں کو بھی اس راہ پر لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تحریک ایسے ادارے اور نظامِ حیات کو وجود میں لاتی ہے، جس میں اس کے نظریے اور اصول کا غلبہ ہوتا ہے اور پوری انسانیت اس سے فیض یاب ہوتی ہے۔ انسان اپنے نفس اور اپنے جیسے انسانوں کی غلامی سے نجات پاتا ہے،

اسے سچی آزادی اور ابدی راحت وسکون نصیب ہوتا ہے۔

یہ تحریک ایک ایسی انقلابی تحریک ہے، جو انسان کو اندر سے لے کر باہر تک بدل کر رکھ دیتی ہے۔ مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے اسے نکھارتی ہے۔ ایک اللہ کی بندگی، غیراللہ کا انکار، انبیاؑ کی غیرمشروط اطاعت اور دوسری تمام قیادتوں سے بغاوت اور ان کی اطاعت سے انکار اس کی انقلابیت کی روح ہے۔ اس روح کی برقراری و پرورش اصل داخلی استحکام ہے۔

● دعوت: اھم ترین تقاضا: تحریکِ اسلامی کا اہم ترین تقاضا دعوت ہے۔ کوئی اسلامی تحریک دعوت کا فریضہ انجام دیے بغیر اسلامی تحریک نہیں کہلاسکتی۔ دعوت نہ دی جائے تو لوگ جانیں گے کیسے؟ ساتھ کیسے آئیں گے؟ دین کیسے قائم ہوگا؟ اسے غلبہ کس طرح حاصل ہوگا اور اسلامی ریاست کس طرح قائم ہوگی؟ دعوت کے یہ مختلف پہلو اور مراحل ہیں۔ آغاز سے انجام تک ہر مرحلے میں اصل رول دعوت کا ہے۔ اس لیے دعوت غیرمعمولی اہمیت کی حامل ہے: بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط (المائدہ ۵:۶۷) ''جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، وہ لوگوں کو پہنچادو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا''۔ اُمت کا مقصدِ وجود دنیا کے لوگوں پر دینِ حق کی گواہی ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ ۲:۱۴۳) ''اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک اُمتِ وسط بنایا ہے، تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو''۔

اس دعوت کا ایک پہلو جہاں یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کا ماحول بنے، وہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسانوں کی زندگی انصاف کے اُوپر قائم ہو: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (الحدید ۵۷:۲۵) ''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں''۔ یہ نہایت اہم بات ہے۔ اس کو نظروں سے کبھی اوجھل نہیں ہونا چاہیے کہ یہ دین عدل وانصاف کے لیے آیا ہے اور یہ دنیا سچے عدل وانصاف کی محتاج ہے۔

دعوت کے یہ وہ پہلو ہیں جو بنیادی اور مستقل نوعیت کے ہیں۔ یہ دعوت اور تحریک خلا میں

کام نہیں کرتی، بلکہ یہ ٹھوس زمین اور زندہ معاشرے میں کام کرتی ہے۔ اس لیے بندگیِ رب کی دعوت کے ساتھ ساتھ معاشرے کے زندہ مسائل میں دل چسپی رکھتی ہے اور انھیں حل کرنے کی کوشش بھی کرتی ہے۔ یہ تحریک ایک ہمہ گیر نوعیت کی تحریک ہے۔ اگرچہ ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ علم عام ہو، لیکن اسلامی تحریک کسی مدرسے کا نام نہیں ہے۔ ہم نفوس کے تزکیے کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تزکیہ ہو، لیکن اسلامی تحریک کسی خانقاہ کا نام نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی ریاست قائم ہو اور اقتدار صالحین کے ہاتھ میں ہو، لیکن اسلامی تحریک کسی مجرد سیاسی پارٹی کا نام نہیں۔ اسی طرح محض ادارے اور تنظیمیں بنانا اور ان کو چلاتے رہنا بھی اسلامی تحریک کا مقصد نہیں رہا ہے۔ اسلامی تحریک کا مقصد تو یہ ہے کہ اللہ کی بندگی قائم ہو اور لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کر کے آخرت کی کامیابی اور جنت کے مستحق بنیں۔ دنیا میں عدل وانصاف قائم ہو، لوگ امن وسکون اور خوش حالی وترقی سے ہم کنار ہوں۔ اگر تحصیل علم ہو تو اسی مقصد کے لیے، تزکیہ ہو تو اسی نصب العین کے لیے، سیاست ہو تو اسی لیے، اور اگر ادارہ بنایا جائے تو اسی غرض کے لیے، الغرض اگر یہ ہمہ گیر مقصد سامنے ہو تو جزوی کام بھی اپنی جگہ پر ہو سکتے ہیں۔

● **جدوجہد کا مطلوب و مقصود:** ساری سرگرمیوں، تمام پروگراموں اور منصوبوں اور جدوجہد کا مقصود و مطلوب صرف رضاے الٰہی ہونا چاہیے۔ دعوت کا پھیلاؤ، اسلامی معاشرے کی تشکیل، اسلامی ریاست کے قیام کی کوشش اور ان سب کے لیے ایک مضبوط اجتماعیت کے استحکام کی حیثیت، تحریک کے ذرائع کی ہے۔ دنیا میں ایسی بہت سی تنظیمیں ہیں، جو تحریک بن کر نمودار ہوئیں بالآخر وہ صرف تنظیم اور سوسائٹی بن کر رہ گئیں۔ یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مقصود و مطلوب ہو اور اس کی رضا ہی محور ومحرک ہو اور یہ بات ہمیشہ سامنے رہنی چاہیے۔ یہی چیز دراصل متعین کرتی ہے کہ یہ تحریک کہاں تک اس مقصد کے حصول کے لیے سرگرمِ عمل اور مخلص ہے۔

جب انسان کے حوصلے صرف دُنیوی کامیابی کے ہونے یا نہ ہونے سے بلند اور پست ہونے لگیں تو اس کے معنی یہی ہیں کہ مقصود و مطلوب کے اندر فرق آ گیا ہے، اور اُسے اس پیمانے سے ناپا جاسکتا ہے کہ اس میں اسلامی تحریک کی خصوصیات موجود ہیں یا اس میں کوئی کمی واقع ہوگئی ہے۔ تحریک داخلی طور پر مستحکم ہے یا کمزور ہوئی ہے۔

فرد کا مقصود تو رضاے الٰہی اور فلاحِ اُخروی کا حصول ہے اور یہ ہمیشہ تازہ اور تابندہ رہنا چاہیے۔ لیکن جماعت اور تحریک کا مقصد یہ ہے کہ وہ افراد کی سعی و جہد کو اس طرح بروے کار لائے کہ فرد آخرت میں کامیاب ہو اور تحریک دنیا کے اندر کامیابی حاصل کر سکے۔ اس چیز کو قرآن نے 'فتح' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ ''وہ تجارت جو تمھیں عذابِ الیم سے نجات دے'' کے مخاطب وہ افراد ہیں، جن کی آخری منزل جنت ہے۔ تحریک کی ذمہ داری محض اتنی نہیں ہے کہ وہ افرادِ تحریک کو اللہ کی رضا کی طلب میں مصروف دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ اس کا کام پورا ہو گیا۔ تحریک کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اپنے افراد و وسائل کو بہترین طریقے سے صرف کرے، تاکہ دنیا میں جسے 'فتح قریب' کہا گیا ہے، اس کے حاصل ہونے کے امکانات پیدا ہو جائیں۔ اللہ کا ارشاد ہے: وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ط نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ط (الصف۶۱:۱۳) ''اور وہ دوسری چیز جو تم چاہتے ہو، (اللہ) وہ بھی تمھیں دے گا۔ اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہونے والی فتح''۔

اگر فرد اپنا سب کچھ اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں لگا دے، لیکن جماعت اپنی منزل تک نہ پہنچ سکے تب بھی فرد کامیاب ہے۔ لیکن اگر فرد کی نیت خالص نہ ہو تو جماعت و تحریک اگر اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جائے تب بھی فرد ناکام و نامراد ہے۔ اگر ہم نے کامیابی کے ان دونوں معیاروں کو اپنے سامنے رکھا تو داخلی استحکام کے تعلق سے اپنے جائزے اور احتساب میں ہمیشہ آسانی ہوگی، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ جائزہ اور احتساب کا صحیح رُخ یہی ہے۔ اگر رضاے الٰہی کے مقصد کے شعور اور وابستگی میں نقص ہے تو فرد خواہ کتنے ہی نعرے لگائے، جلسے کرلے، تقریریں کرلے، پوسٹر لگالے، خدمتِ خلق کرے، بہرحال وہ ناکام ہوگا۔ اسی طرح جماعت کی حیثیت سے افراد کتنا ہی اچھا کام کر رہے ہوں، وہ قربانی کے جذبے سے بھی سرشار ہوں، اور نظم و ضبط کے بھی پابند ہوں، لیکن جماعت اگر افراد کے جذبے کو صحیح راہوں پر، صحیح حکمتِ عملی سے، صحیح رُخ پر نہ لگائے تو بہرحال جماعت اس دنیا کے اندر ناکام ہوگی۔ ممکن ہے کہ جماعت کے قائدین اس بات کے ذمہ دار ٹھیریں کہ انھوں نے کیوں ان وسائل و ذرائع کو ضائع کیا اور صحیح مصرف میں نہیں لگایا۔

● **فرد اور جماعت میں توازن:** اسلامی تحریک میں 'فرد' اور 'جماعت' دونوں ہی اہمیت رکھتے ہیں۔ آخرت کی کامیابی کے لحاظ سے 'فرد' ہی اصل ہیں۔ اس لیے 'جماعت' کی تمام کوششوں

کو اس بات پر مرکوز ہونا چاہیے کہ فرد کے لیے ایسے مواقع اور امکانات پیدا ہوں، جن سے وہ اپنے اس مقصد کو حاصل کر سکے۔

انسانی زندگی باہمی تعلقات کا مجموعہ ہے اور نام ہے معاشرے اور جماعت کا۔ اس لیے جماعت کے بغیر انسان اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جماعت نظم اور ڈسپلن کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ نظم اور ڈسپلن کی پابندی سے فرد کی آزادی پر پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ دوسری طرف فرد کی تعمیر و ترقی میں اس کی آزادی اور اختلاف راے کا حق بہت معاون ہوتا ہے اور انھی دونوں کے درمیان تصادم و تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا حل یہی ہے کہ فرد اور جماعت اپنی کوششوں سے مستقل طور پر اس میں توازن پیدا کرتے رہیں۔ فرد اتنا آزاد نہ ہوجائے کہ نظم و ضبط برقرار نہ رہ سکے اور نظم و ضبط اتنا سخت نہ ہوجائے کہ فرد کی آزادی پر قدغن لگ جائے۔

● افراد کی تیاری: تحریک کے ہمہ جہت تقاضوں کی تکمیل کے لیے مناسب حال افراد کی فراہمی ناگزیر ہے۔ فرد کی تعمیر اور اس کے ارتقا میں ایک صالح اور مضبوط اجتماعیت کا رول بڑا اہم ہے۔ ایک خوش گوار اور مضبوط اجتماعیت میں باہمی اخوت و خیرخواہی، سمع و طاعت، شوریٰ و احتساب اور نظم و ضبط اہم ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ سب باہم ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ سمع و طاعت کا نظام باہمی اخوت و خیرخواہی کی بنیاد پر ہی مستحکم ہوتا ہے۔ دوسری طرف سمع و طاعت کے لیے شورائی نظام کا بہتر اور خوش گوار ہونا بھی ضروری ہے۔ نظم و ضبط کی بہتری کے لیے احتساب کا عمل برقرار رہنا چاہیے اور نظم و ضبط کے استحکام کے لیے سمع و طاعت کے نظام کا چست ہونا ضروری ہے۔ اس سارے عمل (process) میں فرد کا رول کلیدی ہوتا ہے اور افراد کی تیاری اور ان کے ارتقا کے لیے ان کا اس عمل سے متعلق ہونا اور مستقل گزرتے رہنا بھی ضروری ہے۔

● مؤثر تنظیم: اسلامی اجتماعیت کا قیام یوں تو خود ہی ایک دینی فریضہ ہے لیکن اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے بھی اسلامی اجتماعیت ناگزیر ہے۔ اس کا شمار بھی اہم ترین تحریکی تقاضوں میں ہوتا ہے، کیوں کہ ہمہ جہت تحریکی تقاضوں کی تکمیل کے لیے جن اخلاقی اوصاف اور صلاحیتوں کے افراد کی ضرورت ہوتی ہے وہ ایک اسلامی اجتماعیت میں ہی پروان چڑھتے ہیں۔

اقامت دین کا فریضہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور یہ فریضہ تنظیم اور اجتماعی زندگی کے بغیر ادا

نہیں ہوسکتا۔ اسلامی انقلاب کا کام تنظیم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لیے دینی وتحریکی لحاظ سے جماعت کی جو اہمیت ہے وہ ہمارے ذہنوں میں محفوظ رہنی چاہیے۔ افراد کی قوتیں، طاقتیں اور صلاحیتیں تنظیم میں جمع ہوکر کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ یہاں ایک اور ایک دو نہیں بلکہ ایک اور ایک گیارہ ہوجاتے ہیں۔ اس لیے مختلف قوتوں اور صلاحیتوں کے حامل افراد اگر الگ الگ ہوں تو وہ کارنامہ انجام نہیں دے پاتے، جو ایک اجتماعیت میں باہم مل کر انجام دے جاتے ہیں۔ جماعت کا کام یہ ہے کہ وہ خواب کو حقیقت بنائے۔ تمناؤں اور آرزوؤں کے حصول کو ممکن بنائے۔ جو چیز اُسے ناممکن نظر آتی ہو، وہ ممکن بن جائے اور حقیقت کا روپ دھار لے۔

تنظیم کا کام زیادہ تیز رفتاری سے ہونا چاہیے۔ جتنی تیز رفتاری سے کام ہوگا، تنظیم اتنی ہی مؤثر سمجھی جائے گی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تحریک ہمہ جہت تحریک ہے، اس لیے اس کے کام کی رفتار کم معلوم ہوتی ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ ایک فرد کا ذاتی کام ہو تو وہ جلد انجام پاتا ہے اور زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ جماعت کا کام سُست بھی ہوتا ہے اور اس میں خسارہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس طرح کی سوچ پیشۂ تدریس سے وابستہ لوگوں کی ہوتی ہے یا کاروباری لوگوں کی۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کی صورت حال اسی تنظیم یا جماعت کی ہوتی ہے جو داخلی طور پر مستحکم نہیں ہوتی۔ تجزیہ ہمیشہ حقیقت پسندانہ ہونا چاہیے۔ خوش فہمی اور قنوطیت سے بچنا چاہیے۔ حقیقت پسند تجزیہ بتاتا ہے کہ تنظیم اگر مستحکم ہو تو کم سے کم محنت اور کم سے کم خرچ سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہوتا ہے۔ بڑی سے بڑی صلاحیت رکھنے والا فرد بھی بڑا سرمایہ لگا کر وہ نتیجہ حاصل نہیں کرسکتا جو ایک مؤثر اور کارگر تنظیم کرتی ہے کیونکہ یہاں تھوڑی سی محنت اور سرمایہ جمع ہوکر غیرمعمولی اور بابرکت ثابت ہوتے ہیں۔ اسلامی تحریک کا اصل سرمایہ اس کا عقیدہ، اس کا اخلاقی نظام اور اس کے افراد کا باہم شیروشکر اور ایک دوسرے کے لیے محبت و ایثار کا پیکر ہونا، اور اپنے دین وتحریک کے لیے قربان ہونے کا جذبہ ہوتا ہے۔ اس کے اثرات ونتائج کا مقابلہ فرد اور افراد الگ الگ نہیں کرسکتے۔ اگر تنظیم مؤثر نہ ہو اور اسے وہ حکمت میسر نہ ہو، جس سے تنظیم کو مؤثر بنایا جاسکتا ہے تو اس کا امکان ہے کہ وسائل تو موجود ہوں، افراد بھی میسر ہوں، بھاگ دوڑ اور کوششیں بھی جاری ہوں، اس کے باوجود نفع حاصل نہ ہوسکے۔

اسلامی تحریک کی کامیابی کے لیے ایسی تنظیم کارگر نہیں ہوسکتی ہے جو صرف چلتے ہوئے کاموں اور اداروں کو چلاتی رہتی ہو، بلکہ اسے ایسی تنظیم درکار ہوتی ہے جو رسمی امور پر قناعت کرنے سے زیادہ ارتقا اور پیش رفت پر نظر رکھتی ہو۔ اس کے پیش نظر معاشرے کو مسخر کر کے اس پر غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اگر تحریک اپنے مقصد کو حاصل کرلے یا کامیابی کے قریب پہنچے تو وہ کارگر کہلائے گی۔ لیکن اگر تحریکی تنظیم یا جماعت انسانی وسائل کو اسلامی انقلاب کی منزل قریب لانے میں نہیں لگا پاتی ہے تو اپنی کوتاہی سے ان وسائل اور اوقات کو ضائع کرتی ہے۔ ان کی قوتوں اور صلاحیتوں کو کم تر کاموں اور مقاصد میں لگاتی ہے تو یہ ایک غیر مؤثر اور غیر کارگر تنظیم کہلائے گی۔ اس لیے تنظیم کے لیے اس کا وہ نصب العین اس کی روح کی حیثیت رکھتا ہے، جو ہمیشہ شعور میں واضح رہے، نگاہیں اسی پر مرکوز رہیں اور تمام وسائل، اقدامات اور مساعی اسی کے لیے ہوں۔

تحریکی تنظیم کے لیے وہی کام اصل کام ہے، جو آنے والے کل کی تشکیل، اس کے منصوبے اور اس کے مقاصد کے مطابق کرسکے۔ ورنہ تحریک ہمیشہ آج ہی میں گردش کرتی رہے گی اور کل کبھی نہیں آئے گی۔ ہماری ہر پالیسی، ہمارے ہر فیصلے، ہمارا ہر اقدام، ہمارے ہر ضابطے اور دستور کی ہر شق کو اسی کل (مستقبل) کے لیے ہی وقف ہونا چاہیے۔ جس طرح ایک فرد کی زندگی میں وہی کام کارگر ہے جو آخرت میں نافع ہو، اسی طرح تنظیم کو بھی اپنے کام، فیصلے اور اقدامات وہی کرنے چاہییں جو کل کے لیے نفع بخش ہوں۔

فرد ہو یا تنظیم، اس کا صرف متحرک ہونا یا نظر آنا کافی نہیں۔ فرد کی اُخروی کامیابی اور تنظیم کی نصب العین سے قربت اور معاشرے پر اس کے مثبت اثرات کا ہونا ضروری ہے۔ اجتماع میں لوگوں کی کثرت، تربیت گاہ میں بڑے بڑے پروگرام کا انعقاد، اخبارات ورسائل کی اشاعت میں اضافے پر تحریک کو مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے لیے اطمینان کی بات اس وقت ہوسکتی ہے، جب نتائج معاشرے کے اندر سے نمودار ہوں۔ معاشرے میں دعوت کتنی مقبول ہو رہی ہے، نصب العین کو اپنانے والے کتنا آگے آرہے ہیں، ملت کے اندر نصب العین کے شعور کی بیداری کی رفتار کیا ہے؟ تعلیم یافتہ طبقے نے کتنا اثر قبول کیا؟ عوام میں کتنا نفوذ ہوا؟ نوجوانوں کی کتنی ذہن سازی ہوئی اور وہ کس قدر تحریک کے دست و بازو بنے؟ حکومت کے ایوانوں میں کتنی کھلبلی مچی؟ تحریک کو

سمجھ کر کتنی آوازیں حمایت میں اور کتنی مخالفت میں اُٹھنے لگیں؟ میڈیا کی نگاہیں کتنا پیچھا کرنے لگیں؟ اور جن افراد کی تربیت کی جارہی ہے انھوں نے ان محاذوں پر کتنے جوہر دکھائے؟ ان تمام پہلوؤں کا جائزہ بتائے گا کہ تحریک اپنے مقصد سے کتنا قریب اور اس کا داخلی نظام کتنا مؤثر اور مستحکم ہے۔

● تحریک کو مقصد نہ بننے دیں: تحریک کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ تنظیم کو خود مقصد نہ بننے دیا جائے، ورنہ اصل مقصد میں آمیزش ہوسکتی ہے، تبدیلی بھی آسکتی ہے، اور اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل بھی ہوسکتا ہے۔ معاشرے کو مسخر کرنا اور اسلامی انقلاب کی منزل کو قریب لانا اس جماعت کا اصل مقصد ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری طاقت اور وسائل کا بڑا حصہ تنظیم میں لگ جائے۔ یہ خطرہ ایک دینی جماعت کو لاحق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اسلامی جماعت کا قیام بذاتِ خود بھی ایک مقدس دینی فریضہ ہوتا ہے۔ جب افراد کم ہوتے ہیں تو ان کے اوقات اور صلاحیتوں کا قلیل حصہ تنظیم پر لگتا ہے اور بڑا حصہ دعوت کی توسیع اور مقصد کے غلبے کی کوشش میں صرف ہوتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے افراد میں اضافہ ہوتا ہے، تناسب بدلتا جاتا ہے۔ تنظیم بڑھے گی تو اس پر زیادہ قوت اور وسائل یقیناً لگیں گے، لیکن انھیں فطری مقام سے ہٹنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ فطری تناسب برقرار نہ رہنے سے تنظیم بوجھل ہونے لگتی ہے اور اس کی تاثیر میں کمی واقع ہونا شروع ہوجاتی ہے۔

انسان کے اوقات اور صلاحیتیں ان چیزوں میں شامل ہیں جن سے تحریک پھیلتی اور معاشرے کو مسخر کرتی ہے۔ ان کا بڑا حصہ انھی کاموں پر صرف ہونا چاہیے۔ اگر ان کا بڑا حصہ تنظیم پر خرچ ہونے لگے تو اس خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ داخلی استحکام پر زیادہ قوت صرف کی جارہی ہے، کیونکہ اس خوش فہمی کے نتیجے میں تحریک کی معاشرے کو مسخر کرنے کی قوت کم ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ایسی کوشش ہونی چاہیے کہ اپنی قوت کا استعمال متناسب ہو۔ اس کا کوئی متعین فارمولا پیش نہیں کیا جاسکتا۔ قیادت اور افراد جماعت کی سوجھ بوجھ اور تجربے سے ہی اسے درست کیا جاسکتا ہے۔ داخلی استحکام کا اہم تقاضا ہے کہ اس مسئلے پر خصوصی توجہ صرف کی جائے___ گہرائی سے اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ ہمارے اوقات، وسائل اور صلاحیتوں کا کتنا بہتر استعمال ہو رہا ہے۔ بہت سارے کام جو ہم کر رہے ہیں وہ کیوں کر رہے ہیں، اور ان سے کیا حاصل ہو رہا ہے؟

نصب العین کی طرف پیش قدمی میں ان سے کیا مدد مل رہی ہے؟ اگر ہم نے اس جائزے کی روشنی میں تحریک اور تنظیم کے تناسب کو درست کرلیا تو ان شاءاللہ تحریک داخلی طور پر مستحکم بھی ہوگی اور منزل کی طرف پیش قدمی میں تیزی بھی آئے گی۔

● مؤثر منصوبہ بندی: تحریک کی پیش قدمی کے لیے بہتر منصوبہ بندی بھی ضروری ہے۔ خواہشوں اور تمناؤں کا نام 'منصوبہ' نہیں ہے۔ نئے پرانے کاموں کی 'فہرست مرتب' کرنا بھی منصوبہ نہیں۔ منصوبہ اس چیز کو کہتے ہیں جو واضح طور پر طے کرے کہ کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے؟ کون سے وسائل درکار ہوں گے اور کہاں سے فراہم ہوں گے؟ منصوبہ اس بات کا نام ہے کہ آج وہ کون سا کام کیا جائے، جس سے مستقبل ہماری مرضی کے مطابق ہوجائے۔ منصوبہ بندی کے لیے مستقبل کا اندازہ لازمی اور ناگزیر ہے۔ کُل کام کا اندازہ بھی ضروری ہے۔ کام کا جو ہدف ہے اس میں سے جو ممکن ہے اس کا بھی اندازہ ہونا چاہیے۔ اہداف بڑے اور بلند ہونے چاہییں، البتہ ترجیحات کا قائم کرنا بہت ضروری ہے۔ ترجیحات کو ملحوظ رکھے بغیر اگر ہر اچھے کام کو بڑا ضروری اور وقت کا تقاضا سمجھ کر کرنے لگے تو کاموں کا بوجھ جماعت کو بوجھل اور غیر مؤثر بنا دے گا۔ ہر کام جو پسند آجائے کر لینے کا نہیں ہوتا۔ ہم کسی کام کو اس وقت تک ہاتھ میں نہیں لے سکتے، جب تک کہ اس کے مناسب حال ذرائع اور افراد میسر نہ ہوں۔ ترجیحات قائم کرنے کے لیے یہ فیصلہ ضروری ہے۔ فیصلے اگر نا قابلِ عمل ہوں تو روداد وں اور فائلوں کی زینت بنے رہتے ہیں، عملی جامہ نہیں پہنتے۔

● کمزوریوں کی بروقت گرفت: جماعت جب پھیلتی اور بڑھتی ہے تو افراد مسائل بھی پیدا کرتے ہیں۔ اسی کے نتیجے میں مختلف قسم کی کمزوریاں سامنے آتی ہیں۔ کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش بروقت ہونی چاہیے اور ایک حد تک ہی ہونی چاہیے۔ نہ مسائل کو پال کر رکھنا چاہیے اور نہ ایسے افراد کے پیچھے اپنا وقت ضائع کرتے رہنا چاہیے۔ انسانوں کی جماعت کبھی بھی تمام کمزوریوں سے پاک نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اندیشوں کا اسیر بننے سے زیادہ امکانات پر نظر رہنی چاہیے۔ ایک فرد اگر اصلاح قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا تو اسی فرد کے پیچھے لگے رہنے کے بجائے بہتر افراد کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ خوش گوار اور تازہ ہوا کے جھونکے اندر کی ناخوش گوار فضا کو صحت بخش بنا دیتے ہیں۔

● بوجھل تنظیم: تنظیم کو بوجھل نہیں بنانا چاہیے۔ ہلکی پھلکی چیز تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتی ہے اور بھاری بھرکم چیز کے لیے چلنا دشوار ہوتا ہے۔ اس کے اندر مسائل اور امراض بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اچھی چیز اگر ضرورت سے زیادہ کھائی جائے تو موٹاپا بڑھتا ہے اور صحت خراب ہوجاتی ہے۔ اجتماعات تنظیم کے لیے ضروری ہیں۔ اگر سر جوڑ کر نہ بیٹھیں گے تو تنظیمی زندگی پیدا نہیں ہوسکتی۔ لیکن اجتماعات کی کثرت تنظیم کو بوجھل بناتی ہے، اس لیے اجتماعات کی کثرت پر قابو پانا چاہیے۔ مسائل کے حل کے لیے کمیٹیاں بھی ضروری اور مفید ہوتی ہیں، لیکن ان کی کثرت بھی تنظیم کو بوجھل بناتی ہے۔ اس لیے جو کام افراد کر سکتے ہیں، انھیں کمیٹیوں کے حوالے نہیں کرنا چاہیے۔

● وقت، سب سے قیمتی سرمایہ: سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ وقت ہے۔ افراد کے وقت کے استعمال میں اس کی افادیت پر نظر رہنی چاہیے۔ پیسہ اگر زیادہ خرچ ہوجائے یا ضائع ہوجائے تو دوبارہ آنے کا امکان ہوتا ہے، لیکن وقت دوبارہ ہاتھ نہیں آتا۔ روٹین کی تکمیل اور منصوبوں میں درج پروگرام کی انجام دہی کے لیے اجتماعات وغیرہ کا انعقاد یہ دیکھے بغیر کہ کیا فی الوقت اس کی کوئی ضرورت یا افادیت ہے؟ وقت، مال اور صلاحیت کے زیاں کا سبب بنتا ہے۔

● نئی راہیں تلاش کرنا: انسان کو اللہ تعالیٰ نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، اس صلاحیت کا استعمال ضروری ہے۔ نئی راہوں کی تلاش، نئی صورت حال پیدا ہو تو اس سے نمٹنے کے لیے نئی منصوبہ بندی، پرانے مسائل سے نمٹنے کے لیے ایسی راہ تلاش کرنا کہ اس پر بار بار وقت ضائع نہ کرنا پڑے، معاشرے میں اپنا وجود محسوس کرانے کی تدابیر پر غور کرتے رہنا اور نئے تجربات کرنا، مرعوبیت و نقالی سے بچنا اور خود اعتمادی کے ساتھ آگے بڑھنا--- تحریکی افراد کا خاصا ہوتا ہے۔ ایسے ہی افراد سے تنظیم میں جان پیدا ہوتی ہے اور تحریک آگے بڑھتی ہے۔

● منصب اور بهتر کارکردگی: تحریک کا ہر کارکن اپنے معاشرے میں دوسرے لوگوں کے لیے ذمے دار اور ان کا قائد ہوتا ہے، اس لیے اسے اپنی ذات اور اپنی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے فکرمند اور کوشاں ہونا چاہیے۔ جو شخص تحریک کے کسی ذمے دار منصب پر فائز ہو اسے اور بھی اپنی کارکردگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ سب سے پہلی چیز ذمے داری کا احساس ہے۔ کسی منصب پر فائز ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے اقتدار حاصل ہوا ہے اور جو

لوگ اس کے ساتھ چل رہے ہیں، وہ سب اس کے ماتحت ہیں، بلکہ صورت حال یہ ہے کہ وہ ان سب کا، ان کی اصلاح وتربیت کا اور ان کی خیرخواہی کا ذمے دار ہے۔ اُن کے ذاتی، گھریلو اور اجتماعی مسائل کا ذمے دار ہے اور ان سب سے بڑھ کر خود اپنی ذات کی اصلاح وتربیت کے لیے بھی ذمے دار ہے۔ اگر ایسی سوچ اور ایسا طرزِعمل وہ اختیار کرتا ہے تو اس کے ساتھ چلنے والے افراد بھی اپنے شعبے میں یا اپنے ادارے میں یا اپنے محلے اور علاقے میں موجود افراد کے درمیان اسی روش پر چلیں گے، اور اپنے دعوتی فرائض کو ادا کرتے ہوئے اپنی ذات کے تزکیے وتربیت کی فکر زیادہ کریں گے۔

ذمے داری چھوٹی ہو یا بڑی، یہ اسی عظیم الشان ذمے داری کا ایک حصہ ہے، جسے شھادت علی الناس کہا گیا ہے۔ جماعت نے جو دائرہ بھی طے کر دیا ہے، اس کے لحاظ سے اسے اپنی ذمہ داری کا جائزہ لینا چاہیے کہ وہ کہاں تک اسے ادا کر رہا ہے۔ اسے اِس بات کا بھی احساس ہونا چاہیے کہ اپنے ہرعمل کے سلسلے میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔ اگر خلقِ خدا کی نگاہوں سے بچ بھی گیا تو اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے وہ نہیں بچ سکے گا۔

اسلامی تحریک میں منصب کی طلب تو کجا اس کا خواہش مند ہونا بھی بڑے خسارے کا سودا ہے۔ یہ خودکشی کا اقدام ہے، جو یقینا حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی منصب یا ذمے داری بغیر کسی خواہش اور طلب کے کسی کے حوالے کی جائے تو اسے اللہ پر اور اس کی نصرت و تائید پر اعتماد کر کے خوداعتمادی کے ساتھ اسے قبول کرنا چاہیے اور بہتر سے بہتر انداز میں اس کی ادائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہنا چاہیے۔ اُسے چاہیے کہ وہ اپنے لیے بھی روئے اور گڑگڑائے اور دعائیں کرے اور اپنے اُن رفقا کے لیے بھی گڑگڑا کر دعائیں کرے جو اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ یہ خیرخواہی اور اخوت اسلامی کا عین تقاضا ہے۔

ذمے دار کو چاہیے کہ وہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی صلاحیتوں کا صحیح ادراک کرے اور اپنے رفقا میں کام کی تقسیم ان کی صلاحیتوں کے اعتبار سے کرے۔ ایک اچھی ٹیم کے افراد کی گرچہ یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ انھیں جو کام بھی تفویض کیا جائے، اسے ذمے دارانہ طور پر انجام دینے اور کامیاب بنانے کی کوشش کریں، خواہ وہ کام ان کی پسند کا ہو یا نہ ہو۔ لیکن ایک صحت مند اور

خوش گوار اجتماعیت کے لیے بہتر یہی ہے کہ صلاحیتوں کے اعتبار سے ہی کام تقسیم کیے جائیں اور ہر فرد کی اس کے کام کی مناسبت سے تربیت کی جائے اور صلاحیتوں کو پروان چڑھایا جائے۔

● مشاورت کی روح: بہتر منصوبہ بندی اور کارکردگی کے لیے شورائی نظام کا بہتر ہونا بھی ضروری ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ذمے دار کیسا ہی سمجھ دار اور ذہین ہو لیکن عقلِ کُل نہیں ہوسکتا۔ ٹیم کے افراد کے فکروفہم سے استفادہ کیا جائے تو کارکنوں میں خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ اجتماعیت پر بھی اعتماد راسخ ہوتا ہے اور ٹیم میں اپنائیت کا احساس بڑھتا ہے، جو اجتماعیت کا بڑا سرمایہ ہے۔ مشوروں کی روشنی میں فیصلے خواہ اتفاق رائے سے ہوں یا کثرت آرا سے یا ذمے دار کی صواب دید سے، ان کا احترام ضروری ہے۔ اس صحت مند روایت کو برقرار رکھنے کے لیے شورائیت میں شفافیت کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

● خیر خواہی اور احتساب: اگر ذمے دار جماعت اپنے رفقا کا خیرخواہ ہو اور اس کا طرزِ عمل اس کا گواہ ہو تو سمع و طاعت اور نظم و ضبط کا معاملہ بڑی حد تک درست رہتا ہے۔ اگرچہ اسلامی اجتماعیت سمع و طاعت اور نظم و ضبط کو ذمے دار کے رویے سے مشروط نہیں کرتی، لیکن مضبوط اجتماعیت کے لیے ذمے دار اور قائد کا رول اور رویہ غیرمعمولی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ تحریکِ اسلامی میں قائد اور ذمے داروں سے قربت، محبت اور فدائیت درکار ہوتی ہے اور ان چیزوں کا انحصار قائد اور ذمے دار کی خوے دل نوازی پر ہے۔ قائد اور ذمے دار کی رفقا سے خیرخواہی، محبت اور ایثار، رفقا کے اندر بھی اپنے قائد اور ذمے دار کے لیے محبت، احترام، قربانی اور ان کی اطاعت کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔ رفقا کے ساتھ نرمی اور شفقت کا یہ مطلب نہیں کہ رفقا کو تفویض کردہ کام کا جائزہ نہ لیا جائے، ٹیم کی کارکردگی کا احتساب نہ ہو۔ اسی طرح قائد اور ذمے دار کے احترام کا مطلب یہ نہیں کہ وہ احتساب سے بالاتر ہوگا۔

جائزے اور احتساب کا ایسا نظام ہو، جس میں امیر و مامور سبھی ایک دوسرے کے سامنے جواب دہ ہوں۔ یہ عمل ٹیم اسپرٹ کو برقرار رکھتا ہے اور اجتماعیت کو مستحکم کرتا ہے۔ یہ عمل جتنا کمزور ہوگا، اجتماعیت اتنی ہی کمزور ہوگی۔ اگر قیادت کا احتساب نہ ہو تو قیادت کمزور ہوگی اور اگر ٹیم کا بھی احتساب نہ ہو تو ایسی ٹیم بھی کمزور ہوگی۔ قیادت کو چاہیے کہ اپنی ٹیم میں جائزے اور احتساب کی فضا

کو نہ صرف بحال رکھے بلکہ پروان چڑھائے اور دوسروں کے احتساب سے پہلے خود اپنا احتساب کرے اور خود کو دوسروں کے سامنے احتساب کے لیے پیش کرے۔ احتساب کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہر فرد خواہ وہ ذمے دار ہو یا کارکن، اپنا احتساب خود کرے اور بے دردی کے ساتھ کرے اور اپنے ساتھیوں کا احتساب نرمی اور درد کے احساس کے ساتھ کرے۔

● قابلِ تقلید مثالیں: افراد جماعت کی تربیت کے لیے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ ان کے سامنے ایسی مثالیں موجود ہوں جو قابلِ تقلید ہوں، خواہ وہ ساتھیوں میں سے ہوں یا ذمے داروں میں سے۔ کیوں کہ انسان اپنے سامنے کے کردار سے جتنا متاثر ہوتا ہے اور اثر قبول کرتا ہے دیگر کسی ذریعے سے یہ نہیں ہوتا۔ خاص طور پر جو لوگ قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہوں، وہ اپنے طرزِ عمل سے ایسی مثالیں پیش کریں جن کو دیکھ کر دوسروں کی حوصلہ افزائی ہو۔ جماعت کا کوئی ذمے دار ہو یا رفیق، بہرحال اس میں کمزوریاں ہوں گی، انھیں دیکھ کر مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے باوجود قیادت اور ذمے دار حضرات کی یہ ذمے داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی اور طرزِ عمل سے قابلِ تقلید مثالیں پیش کریں۔

● فکری رهنمائی اور تنظیم میں مطابقت: اسلامی اجتماعیت کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ اس لیے ہم میں سے ہر شخص کو قرآن و سنت سے اپنا تعلق مضبوط کرنا چاہیے۔ خصوصاً ہمارے وہ ذمے دار جنھیں ہماری رہنمائی کرنی ہے، انھیں رہنمائی قرآن و سنت کی روشنی میں ہی کرنی چاہیے، تاکہ تحریک کا رشتہ قرآن و سنت سے ہر سطح پر استوار رہے اور ہر فیصلہ و ہدایت پر خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، تحریک پورے شرح صدر کے ساتھ گام زن رہے۔ جماعت و تحریک کے ماحول اور سمت اور تربیت کی کوششوں میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے۔

درس قرآن و حدیث اور دوسرے ذرائع سے ہماری تربیت کے لیے جو غذائیں ملتی ہیں، اگر جماعت کے فیصلوں اور رہنمائی میں ان کی جھلک نہ ہو اور اس سے مطابقت نہ پائی جائے تو متضاد ذہن کے ساتھ تحریک کی پیش رفت معیارِ مطلوب کے مطابق نہیں ہوگی۔ اس سے داخلی استحکام بھی متاثر ہوگا۔ ضرورت ہے کہ ذمے دار اور قائدین اس بات پر خصوصی نظر رکھیں کہ جو باتیں وہ اپنے دروس، تقاریر اور تربیتی پروگراموں میں کہہ رہے ہیں، تنظیم کا ماحول اور رُخ بھی اسی سمت میں ہونا چاہیے۔